Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146
Vol. 3 No. 5 (December) (2025)

Muslim Cultural and Civilizational Trends in Premchand's Urdu Writings: A Research-Based and Analytical Study

پریم چند کی اردو نگارشات میں مسلم تہذیبی وثقافتی رجحان: ایک تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ

Dr. Muhammad Yasir Madni
Lecturer, Dept. of Qur'anic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.
Email: Muhammad.yasir@iub.edu.pk

Hafiz Muhammad Umair
Doctoral Candidate, Dept. of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur. Email: hafizmuhammadumair1990@gmail.com

Abstract
The period of Urdu literature in the subcontinent when literature was wandering in tales and stories of magic, spells, and trickery. In Urdu-Hindi stories, tales based on impossible imaginations, such as platonic love, sighing over the memory of a beloved, had taken over literature. During this era, Munshi Premchand emerged among Indian writers with stories and fictional characters that proved to be rays of light in the dense darkness of literature. Premchand's stories provide a complete depiction of rural life and environment, as if he had made village life his purpose and art. Among Urdu writers, Premchand brought beauty and love out of the world of palaces and poetic gatherings and placed it in the natural beauty and lively environment of villages. Premchand's novels provide a clear depiction of the economic, political, class, and public struggles of India up to his time. The contributions of Premchand to Urdu fiction cannot be denied. Just as he presented the best standards of patriotism, humanitarianism, beauty, and reality in his works, it is undoubtedly a remarkable effort in the development of prose literature, which holds a distinctive position. Premchand's works introduced Urdu and Hindi as the prominent languages of the country to the world. Not only did he initiate short story writing in Urdu and Hindi, but through thirty years of continuous effort and his creative abilities, he remarkably developed and promoted this art form. Premchand was not only a leading figure and architect of fictional literature but also a prophet of united Indian nationalism, national culture, and the reconstruction of the country. He spent his entire life striving to develop a language of speech and writing without caring for opponents, aiming to build and shape national literature. The social issues of Indian life that he highlighted are still recognized today in every sphere.
Keywords: Urdu writings, Premchand, Subcontinent, Muslim Culture, Civilization.

تمہید:

برصغیر میں اردو ادب کا وہ دور جس میں ادب جادو ٹونا، طلسم اور عیاری کے قصوں اور داستانوں میں بھٹک رہا تھا۔ اردو ہندی افسانوں میں عشق مجازی، محبوب کی یاد میں سسکنا اوراس قسم کے بعید از قیاس تخیلات پر مبنی داستانوں نے ادب پر قبضہ کرلیا تھا۔ اس زمانے میں منشی پریم چند ہندوستان کے ادباء میں ایسی کہانیاں اورافسانوی کرداروں سے ظاہر ہوئے جو ادب کے گھٹاٹوپ اندھیرے میں روشنی کی کرن ثابت ہوئے۔ پریم چند کی کہانیوں میں دیہاتی زندگی اور ماحول کی مکمل عکاسی ملتی ہے گویا انہوں نے گاؤں کی زندگی کو اپنا مقصد وفن بنالیا تھا

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146
Vol. 3 No. 5 (December) (2025)

۔اردو میں لکھنے والوں میں پریم چند نے ادب میں حسن و عشق کو محل سراؤں اور مشاعروں کی دنیا سے نکال کر گاؤں کی قدرتی خوبصورتی اور پر رونق ماحول میں پہنچا دیا۔

پریم چند کے ناولوں میں ان کے عہد تک کے ہندوستان کے معاشی، سیاسی طبقاتی اور عوامی کشمکش کا واضح نقشہ ملتا ہے اردو ادب کے افسانوی ادب میں پریم چند کی خدمات سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے جس طرح انہوں نے اپنی تصانیف میں حب الوطنی، انسان دوستی اور حسن و حقیقت کا بہترین معیار پیش کیا ہے وہ بلاشبہ نثری ادب کی نشو و نما میں ایک عمدہ کاوش ہے جو امتیازی حیثیت کی حامل ہے۔ پریم چند کی تصانیف نے اردو اور ہندی کو ملک کی اعلیٰ زبانوں کی حیثیت سے دنیا کے سامنے روشناس کرایا نہ صرف اردو اور ہندی میں مختصر افسانہ نگاری کا آغاز کیا بلکہ 30 سال کی مسلسل محنت اور اپنی تخلیقی صلاحیتوں سے اس فن کو غیر معمولی ترقی اور فروغ دیا۔

پریم چند افسانوی ادب کے امام اور معمار ہی نہیں بلکہ ہندوستان کی متحدہ قومیت، قومی تہذیب اور ملک کی تعمیر نو کے پیامبر بھی تھے انہوں نے تمام عمر مخالفوں کی پرواہ کیے بغیر بولنے اور لکھنے کی زبان کو ایک بنا کر قومی ادب کی تعمیر و تشکیل کی کوششیں کیں اور ہندوستانی زندگی کے جن اجتماعی مسائل کو اجاگر کیا ان کا اعتراف آج بھی ہر حلقہ میں کیا جارہا ہے۔

مختصر سوانح حیات پریم چند:

پریم چند بنارس سے 5 میل کے فاصلے پر ایک گاؤں میں 31 جولائی 1880ء کو ایک کائستھ (سری واستو) خاندان میں پیدا ہوئے۔i پریم چند کے والد منشی عجائب لال ڈاک خانے میں کلرک تھے پریم چند کا اصل نام دھنپت رائے تھا لیکن چچا انہیں نواب رائے پکارتے تھے۔ دیہات کے ماحول میں بچپن گزرا۔ دستور کے مطابق پانچ سال کی عمر میں پریم چند کو ایک مکتب میں فارسی اور اردو سیکھنے کے لیے بھیجا گیا۔

آٹھ سال کی عمر میں والدہ کا انتقال ہوا جس کا پریم چند پر بہت اثر ہوا اور بعد میں بھی ماں کی ممتا کو یاد کر کے روتے تھے۔ والد کا تبادلہ اعظم گڑھ ہوا تو انہوں نے دوسری شادی کرلی جس سے پریم چند کو نئے مسائل سے دوچار ہونا پڑا اور 14 سال کی عمر میں والد کا تبادلہ گورکھپور ہوا تو سکول میں باقاعدہ چھٹی جماعت میں داخل کروایا گیا۔ii

سکول کی تعلیم کے دوران ہی پریم چند کو مطالعہ کا شوق ہوا اور وہ سکول کے ہم جماعت لڑکے کے ساتھ جو ایک تمباکو فروش کا بیٹا تھا۔ اسکے مکان پر جا کر "طلسم ہوش رُبا" افسانے سنتے تھے۔ اور یہ سلسلہ تقریباً ایک سال جاری رہا اس دوران پریم چند نے اس دور کے ناولوں، افسانوں کا تمام سرمایہ پڑھ ڈالا۔

منشی پریم چند کے مطالعاتی جنون کا اندازہ ان کے اس اقتباس سے ہوتا ہے:

> "میری عمر 13 سال ہوگی جب مجھے ہندی نہیں آتی تھی اردو ناول پڑھنے کا جنون تھا اس وقت کے مقبول ترین ناول نویسوں کے ناول بآسانی مل جاتے تھے وہی شوق سے پڑھتا تھا اور اس شوق کی وجہ سے سکول کی یاد بھول جاتی۔ ایک کتب فروش بدھی لال کی دوکان سے انگریزی کتابوں کی کنجیاں اور خلاصے سکول کے دوستوں کو بیچتا تھا اس کے معاوضے میں ناول لیکر پڑھتا تھا جب ناولوں کا اسٹاک ختم ہوا تو میں نے مختلف پُرانوں کے اردو ترجمے پڑھے"۔iii

15 برس کی عمر میں والد نے ایک زمیندار گھرانے میں پریم چند کی شادی کردی جس سے گھریلو الجھنوں اور معاشی تنگی کا سامنا کرنا پڑا لیکن انہوں نے ہمت نہ ہاری اور سینہ سپر ہو کر ناموافق حالات کا مقابلہ کیا اور تعلیم جاری رکھی، وکیل بننا پریم چند کا خواب تھا۔ میٹرک کا امتحان

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146
Vol. 3 No. 5 (December) (2025)

سیکنڈ ڈویژن میں پاس کیا اور فیس نہ ہونے کی وجہ سے کالج میں داخلہ نہ ہو سکا۔ 1899ء میں پرائمری سکول ہیڈ ماسٹر نے انہیں اسسٹنٹ ماسٹر کی نوکری دی اٹھارہ روپے ماہانہ کی اس نوکری نے پریم چند کو سہارا دیا۔ پریم چند نے ملازمت کے ساتھ انٹر کا امتحان پاس کیا۔ جولائی 1902ء میں ٹیچر ٹریننگ کے لیے الہ آباد گئے اور 1904ء میں جونیئر انگلش ٹیچر سرٹیفیکٹ کا امتحان اول درجے میں پاس کیا۔iv

ٹیچر ٹریننگ کے دوران ہی پریم چند کو تصنیف و تالیف کا شوق ہوا اور انہوں نے مختلف رسائل میں وقتاً فوقتاً اپنے ناول قسط وار شائع کروائے ۔ پریم چند کی زندگی کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ساری زندگی سخت محنت اور جدوجہد میں بسر ہوئی کبھی خودپرستانہ خواہشات سے جہاد کیا تو کبھی معاندانہ حالات کا سامنا کیا لیکن ان سب حالات میں محنت، خلوص اور دیانت سے ہر کام کیا جو ان کی کامیابی شہرت اور ہر دل عزیزی کا راز ہے۔

1920ء کے آخر میں جنگ آزادی کی تحریک جلسہ گاہوں سے نکل کر بستی بستی پھیل چکی تھی اور عوام کے دلوں میں برطانوی حکومت کی نفرت کے شعلے بھڑک رہے تھے پورے ملک میں سیاسی بیداری کی لہر دوڑ رہی تھی۔ پریم چند اس مقدس جدوجہد سے خود کو کیوں کر دور رکھ سکتے تھے جبکہ آپ کا دل تو پہلے ہی وطن کی محبت سے سرشار تھا۔ چنانچہ گورکھپور میں گاندھی جی کے جلسے میں علالت کے باوجود شریک ہوئے اور سرکاری ملازمت سے مستقل استعفیٰ دے دیا اور شیورانی دیوی (شیورانی دیوی منشی پریم چند کی شریک حیات تھیں اور وہ خود بھی ایک ادیبہ و مصنفہ تھیں۔ ادیبہ جیون ساتھی کی وجہ سے پریم چند کو ادبی کاموں میں حوصلہ اور تعاون کا ساتھ مسلسل رہا۔) کے مشورہ کے مطابق بنارس رہنے لگے اور زیادہ وقت مضامین اور کہانیاں لکھنے میں گزارتے تھے اور یہی ان کی آمدنی کا وسیلہ تھا۔v

بنارس کے ہندی ماہنامہ "مریادا" کے ایڈیٹر عدم تعاون کی تحریک کے سلسلے میں گرفتار ہو گئے تو شو پرشاد گپت جی نے پریم چند کو اس ماہنامہ کی ادارت سونپ دی۔ اس ادارت کے ساتھ ہی پریم چند نے باقاعدہ پبلی شنگ کا کام بھی شروع کر دیا۔ اور تین حصہ داروں کے ساتھ مل کر تگ دو کے بعد بنارس میں "سرسوتی" پریس قائم کر دیا۔ پریس کو کامیاب بنانے کے لیے پریم چند نے محنت اور لگن سے کام کیا اور اپنے چار ناول "پردہ مجاز" "غبن" "میدان عمل" "گئودان" کے ہندی ایڈیشن انہوں نے اپنی پریس سے شائع کیے لیکن نفع کی بجائے نقصان ہوا۔ بالآخر مجبور ہو کر پھر لکھنؤ آنا پڑا اور ملازمت اختیار کر لی، کچھ عرصہ فلم کے لیے کہانیاں، سیریز لکھنے میں ملازمت کی لیکن جلد ہی اندازہ ہو گیا کہ ایک ادبی انسان کے لیے سینما میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ 1935ء میں بنارس واپس آ گئے اور صحت خراب رہنے لگی۔ انجمن ترقی پسند مصنفین کی پہلی کانفرنس کے لیے سجاد ظہیر نے پریم چند کو لکھا تو انہوں نے عذر ظاہر کیا لیکن سجاد ظہیر کے اصرار پر کانفرنس کی صدارت کے لیے آنا پڑا اور اس کانفرنس کے پہلے اجتماع میں پریم چند کے خطبہ صدارت کو اس تحریک کا منشور سمجھا جاتا ہے کانفرنس کے دو مہینے بعد طبیعت زیادہ خراب ہو گئی لیکن اس حالت میں بھی کام کرتے رہے۔ "منگل سوتر" نامی نامکمل ناول کے کئی باب اسی زمانے میں لکھے۔ بالآخر 8 اکتوبر 1936ء کو دنیا فانی سے کوچ کر گئے۔vi

پریم چند کے ادبی کارنامے:

عموماً ادبی حلقوں میں پریم چند کو ترقی پسند ادیبوں کی صف میں شمار کیا جاتا ہے لیکن یہ ادھوری صداقت ہے اس طرح کہ ترقی پسند مصنفین کے سیاسی انقلاب، تاریخ کے مادی ارتقاء، سماجی اصلاح، انسانی فطرت، عورت اور مذہب کے متعلق جو نظریات ہیں پریم چند کے خیالات ان سے مختلف ہیں۔ پریم چند اپنے شعوری دور میں غلامی پر آزادی کو، قدامت پسندی پر اصلاح کو، تنگ نظری پر بلند نگاہی کو، طبقاتی ظلم و جبر پر انصاف و مساوات کو، سامراج یا آمریت پر جمہوریت کو ترجیح دیتے تھے۔ 1904ء سے 1936ء تک کی پریم چند کی ادبی زندگی کو

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146
Vol. 3 No. 5 (December) (2025)

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

ہندوستان کی تہذیب، بدلتے سماجی حالات واقعات کے تناظر میں دیکھا جائے تو واضح طور پر فن اور زبان میں ارتقاء و نشوونما کا عمل جاری رہا اور طرز تحریر و موضوعات کا دائرہ کار وسیع ہوتا گیا۔ پریم چند کے ناولوں میں ارتقاء کے تین ادوار ہیں۔

پہلا دور: (۱۹۱۲ء۔۱۹۰۴ء تک

اس دور کی اہم تخلیقات میں ''ہم خرما ہم ثواب'' ''سوز وطن''، ''جلوہ ایثار'' اور ''بیوہ'' ہیں۔ ۱۹۰۸ء میں شائع ہونے والے افسانوی مجموعہ ''سوز وطن'' شائع ہوا تو انگریزوں نے اسے اپنے خلاف بغاوت سمجھ کر جلا ڈالا حالانکہ اس مجموعے میں ایسی کوئی بات نہیں تھی بلکہ تمام افسانے اصلاحی کہانیوں پر مبنی تھے۔ اس دور کے ناولوں میں زبان و ادب کے اعتبار سے کچھ خامیاں نظر آتی ہیں۔

دوسرا دور: (۱۹۲۳ء۔۱۹۱۳ء تک

پریم چند کے ناولوں کے اس دور میں ''بازار حسن'' ''گوشہ عاقبت'' ''نرملا'' اہم تخلیقات ہیں۔ اس دور کے ناولوں میں مصنف کی زبان کی سادگی، متانت اور پختگی کا احساس ہوتا ہے اور اسلوب و طرز بیان میں ایک انفرادیت نظر آتی ہے اس دور کے تمام ناول ہندی میں لکھے گئے اور پھر بعد میں ہندی سے اردو میں منتقل کیے گئے۔

تیسرا دور: (۱۹۳۶ء۔۱۹۲۴ء تک

اس دور میں پریم چند سرکاری ملازمت چھوڑ کر عوامی جدوجہد میں عملی طور پر شریک ہو گئے تھے جو جدوجہد برطانوی سامراج کے خلاف پورے برصغیر میں جاری تھی۔ اس دور کے ناولوں میں پریم چند نے شہر کے ساتھ گاؤں کی زندگی کو بھی موضوع بنایا۔ فنی اعتبار سے اس دور کے ناولوں میں ''چوگان ہستی'' ''پردہ مجاز'' ''میدان عمل'' اور ''گؤدان'' اہم ہیں۔ vii پریم چند سے پہلے اردو ادب میں افسانہ نگاری صرف شہری زندگی اور اس کے مسائل تک محدود تھی، پریم چند نے ہندوستانی دیہاتی سماج کو نہ صرف موضوع بنایا بلکہ ہندوستانی پروہت، مہاجن، ساہوکار اور زمینداروں کے ظلم میں جکڑے سماج کی بہترین عکاسی کی ہے۔

پریم چند کی نگارشات اور مسلم تہذیبی رجحان:

پریم چند کا تعلق ہندو مذہب سے تھا لیکن وہ ہمیشہ دوسرے مذاہب اور ان کے پیروکاروں سے احترام سے پیش آتے تھے اور انہیں دوسرے مذاہب کی تعلیمات کی جانکاری کی تڑپ رہتی تھی اسی تڑپ کی وجہ سے پریم چند کو نہ صرف ہندو دھرم بلکہ دیگر مذاہب کے بارے میں کافی معلومات تھیں۔ پریم چند نے اسلامی تہذیب و احکام کا بھی بخوبی مطالعہ کیا اور کئی نامور علماء و مسلم دانشوروں کی کتب کا بغور مطالعہ کیا۔

پریم چند کو قصوں، کہانیوں کے علاوہ مثنویات اور تاریخ بینی کا بھی شوق تھا۔ اسی لیے مدرسہ کی تعلیم کے دوران ہی فارسی زبان میں مہارت حاصل کر کے شیخ سعدی شیرازی (م ۱۲۹۲ء)، حافظ شیرازی (م ۱۳۸۹ء)، مولانا رومی (م ۱۲۷۳ء) اور فردوسی (م ۱۰۲۰ء) جیسے ادیبوں کی تخلیقات سے استفادہ کیا اور تاریخ کے مطالعہ کے شوق میں مولوی ذکاء اللہ دہلوی (م ۱۹۱۰ء) کی کئی جلدوں پر مشتمل کتاب ''تاریخ ہند'' کا چند دنوں میں مکمل مطالعہ کر لیا۔ viii

مسلم دانشوروں کی کتب سے استفادہ اور اسلامی تہذیب و تاریخ سے متاثر ہو کر خلوص اور غیر جانبداری سے تہذیب اسلامی سے متعلق کئی مضامین لکھے اور کئی ناول و افسانوں کے نام اسلامی تہذیب و احکام سے اخذ کر کے تجویز کیے مثلاً "عید گاہ"، "حج اکبر"، "کفن"، "کربلا"، "میدانِ عمل"، "راہِ نجات"، "مریادا کی قربان گاہ" اہم مثالیں ہیں۔

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146
Vol. 3 No. 5 (December) (2025)

کلیات پریم چند کی ۱۵ ویں جلد میں شامل ڈراموں میں "کربلا" نامی ڈرامہ منشی پریم چند کی مسلم تہذیب دوستی کی عمدہ مثال ہے۔ واقعۂ کربلا (اسلامی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے جو ۱۰ محرم الحرام ۶۱ ہجری کو پیش آیا یہ واقعہ حق وباطل کی لڑائی تھی جو خانوادہ رسول کے چشم وچراغ سیدنا حسینؓ سمیت اہل بیت کے دیگر افراد اور یزید کے لشکر کے درمیان لڑی گئی اس لڑائی میں اہل بیت نے دین کی سربلندی کی خاطر جان قربان کر دی لیکن ظالم کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی اور شہادت کے مرتبہ پر فائز ہو کر اسلام کا پرچم بلند کیا) جیسے حساس موضوع پر غیر مسلم دانشور کا قلم اٹھانا یقیناً دو دھاری تلوار چلنے کے مترادف ہے۔

پریم چند نے "کربلا" نامی ڈرامے میں حضرت حسینؓ اوران کے ساتھیوں کی ذات وصفات، اعلیٰ کردار، حق گوئی اور صداقت کو واضح کرتے ہوئے یزید اوراس کی فوج کے ظالمانہ وغاصبانہ کردار کا بھی نقشہ کھینچا ہے ڈرامائی انداز میں اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے پریم چند خاندان رسول ﷺ کے افراد پر آنے والے مصائب ومشکلات پر صبر سے اس قدر متاثر ہوئے کہ دیانرائن نگم کو لکھا کہ میں نے جب واقعہ کربلا اور حضرت حسینؓ کی شہادت کے حالات پڑھے تو اس شہادت نے مجھے مفتون کر دیا۔ix

واقعۂ کربلا کو اردو کے مرثیہ گو شعراء نے بھی شاعری میں بیان کیا ہے لیکن ان مرثیہ گو شعراء کا انداز محض رولانے کی حد تک مخصوص ہے جبکہ پریم چند نے نہ صرف اس تاریخی واقعہ کو ڈامائی انداز سے پیش کیا ہے بلکہ ہندوستانی کی تہذیبی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ مسلمانوں کے ساتھ اتحاد قائم کیے بغیر ہندوستان کی سالمیت وترقی ممکن نہیں ہے۔ اس "کربلا" ڈرامہ میں انہوں نے ہر جس رائے، سنگھ دت، رام سنگھ، دھرودت اور بھیرودت جیسے غیر مسلم کرداروں کا ذکر اس طور پر کیا ہے کہ ظلم اور ناانصافی کے خلاف ہندو دھرم بھی مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ چنانچہ اس ڈرامہ میں ہندو کردار بھی یزید کے ہاتھوں خلافت غصب کرنے کے خلاف نفرت کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں اور یہ اعتراف کرتے ہیں کہ خلافت کا اصل حقدار حضرت حسینؓ ہیں۔ پریم چند لکھتے ہیں کہ:

"سنگھ دت! جب یہ امر مسلم ہے کہ اس (یزید) نے انصاف کا خون کیا ہے تو اسکے پاس قاصد بھیج کر تاخیر کیوں کی جائے ہمیں فوراً اس سے جنگ کرنی چاہیے ناانصافی کو بھی اپنی حمایت کے لیے دلیلوں کی کمی نہیں ہوتی"۔x

پریم چند ابتداء میں گاندھی جی کے نظریات کے حامی اور متعصب ہندو پرست تھے اوراسلام کے خلاف مضامین لکھتے تھے جب اسلامی تہذیب واحکام اور سیرت طیبہ ﷺ کا بغور مطالعہ کیا تو نہ صرف اسلامی تہذیب کے متعلق متعصب رائے بدل گئی بلکہ اسلام دوست ہوگئے اورانہوں نے سابقہ مضامین کی تلافی کے لیے ہندی زبان میں "اسلامی سبھیتا" کے نام سے مضمون لکھا جو ہفتہ وار "پرتاپ" کے دسمبر 1925ء کے شمارے میں چھپا تھا۔ پریم چند نے اس مضمون میں ہندوؤں کو مخاطب کیا ہے اور اسلامی تہذیب وتمدن کی منفرد ونمایاں خصوصیات کو سراہتے ہوئے ہندوؤں کو تلقین کی ہے کہ وہ مذہبی شدت پسندی اور تعصب کی بجائے مسلمانوں سے اتحاد کی کوشش کریں۔ اس مضمون کا اردو ترجمہ محی الدین خان نے کیا جو "مدھر سندیش سنگم" جامعہ نگر، نئی دہلی نے کتابچے کی صورت میں شائع کیا ہے پریم چند کے مطابق ہندو اور مسلمان دونوں ایک دوسرے کو نہیں سمجھتے ہیں۔ ہندو سمجھتا ہے دنیا بھر کی برائیاں مسلمانوں میں بھری ہوئی ہیں اور مسلمان سمجھتا ہے ہندو ایک پتھر پوجنے والا، گردن میں دھاگہ ڈالنے والا، ماتھار نگنے والا اور دال بھات کھانے والا حیوان ہے وہ وقت دور نہیں جب دونوں اپنی غلطی پر پشیمان ہونگے۔xi

پریم چند کے مطابق تہذیب کے تین نمونوں "عدل وانصاف" "مساوات" اور "اخوت" میں دنیا کی کسی قوم کی تہذیب کا موازنہ کرلیں تو اسلام کا پلڑا بھاری ہو گا کیونکہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر عرفات کے پہاڑ پر حضرت محمد ﷺ کی زبان سے جس آفاقی پیغام کی بارش ہوئی

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146
Vol. 3 No. 5 (December) (2025)

تھی وہ ہمیشہ اسلامی زندگی کے لیے آب حیات کا کام کرتی رہے گی۔ تہذیب کے بنیادی عناصر کے علاوہ ثانوی اجزاء مثلاً سیاسی دستور، علم دوستی، جب آزادی، فنکاری، تعمیرات اور وضع قطع سمیت سبھی شعبوں میں مذہب اسلام اور تہذیب اسلامی کو جو امتیاز و فوقیت حاصل ہے وہ کسی اور قوم کی تہذیب میں نہیں ہے۔ الغرض اسلام کو جو گوہر جہاں سے ملا اس نے اسے اپنایا اور اپنی تہذیب کا حصہ بنالیا۔

پریم چند کی اردو نگارشات میں تہذیبی و سماجی پہلو:

پریم چند اردو ادب کے افسانہ نگاروں میں پہلے افسانہ نگار ہیں جنھوں نے اپنے افسانوں میں اس دور کے مسائل، انسانی نفسیات، ضرورتوں اور مجبوریوں کو زمینی حقائق کے ساتھ پیش کیا ہے۔ سماجی، مذہبی، معاشرتی و معاشی اقدار اور ان کے تحفظ کی مثبت طریقے سے نشو و نما پر زور دیا۔ پریم چند اجتماعی سوچ کے مالک تھے وہ انسان کی فلاح و بہبود کو مذہب و مسلک کی حدود و قیود سے بالا تر سمجھتے تھے۔ ہندوستانی دیہاتوں کی تہذیب کو افسانوی ادب کے ذریعے عوام کے سامنے پیش کرنے میں جو مہارت پریم چند کو حاصل تھی وہ ان کے بعد کسی دوسرے افسانہ نگار کو آج تک حاصل نہیں ہوئی ہے۔

مذہبی رواداری کا رجحان اور شدت پسندی کا استحصالی رویہ:

پریم چند اسلام کے نام پر گمرہ کرنے والوں اور ہندو دھرم کے نام پر استحصال کرنے والے پجاریوں سے سخت نفرت کرتے تھے ان کے نزدیک سب سے بڑا مذہب انسانیت ہے وہ فرقہ پرستی، مذہب پرستی، علاقہ و زبان پرستی کے قائل نہیں تھے۔

پریم چند مذہب کے خلاف نہیں تھے لیکن وہ کسی بھی مذہب میں شدت پسندی فرقہ وارانہ سوچ اور مذہب کے استحصالی رویوں کے خلاف تھے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا دور برصغیر میں تبدیلی اور انقلاب کا دور تھا چنانچہ اس وقت کی مذہبی، سیاسی و معاشی تحریکوں نے داخلی اور خارجی طور پر پورے ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا۔

ان تحریکوں میں مثلاً برہموں سماج تحریک، آریہ سماج تحریک، شدھی سنگھٹن تحریک، تحریک خلافت، تحریک تقسیم بنگال، انقلاب روس، کارل مارکس، ڈارون اور فرائڈ کے نظریات سمیت تحریک آزادی ہند شامل ہیں۔ ایسے حالات میں مذہب میں اعتدال پسندی کو فروغ دینا اور شدت پسند نظریات اور بنیاد پرست سوچ کے خلاف ادبی انداز میں آواز اٹھانا پریم چند جیسے ادیبوں کا ہی کام تھا۔

پریم چند کی مذہبی رواداری اور اعتدال پسندی کے متعلق شیورانی دیوی نے پریم چند کی گفتگو یوں نقل کی ہے۔

"میں بولی: تو کیا آپ مسلمانوں کے حمایتی ہیں؟ پریم چند بولے میں کسی کا حمایتی نہیں ہوں اور نہ ہی کسی کا دشمن ہوں"

یہ بتایئے آپ رام کو مانتے ہیں یا رحیم کو؟

وہ بولے: "میرے لیے رام، رحیم، بدھ، عیسیٰ سب ہی عقیدت والے کردار ہیں اور میں ان سب کو مہا انسان سمجھتا ہوں"

"آخر آپ ہیں کیا؟" میں نے کہا

وہ بولے: "میں انسان ہوں اور انسانیت کو عزیز رکھتا ہوں، میرے دوست اگر ہندو ہیں تو میرے مسلمان دوست بھی کم نہیں ہیں، میرے لیے دونوں برابر ہیں۔" xii

مذہبی شدت پسندی کی بناء پر استحصالی رویے کی عکاسی پریم چند کے افسانہ "خون سفید" میں نظر آتی ہے جس میں انہوں نے مذہبی استحصال کے خلاف بھرپور اظہار خیال کیا ہے۔ جب قحط سالی میں چار سالہ بچہ سادھو رائے امدادی ادارہ چلانے والے پادری کے ساتھ بھاگ جاتا ہے اور اپنا دھرم چھوڑ دیتا ہے اور چودہ سال مشنری ادارے میں رہنے کے بعد جب وہ گھر والوں کی یاد میں غمگین ہو کر واپس لوٹتا ہے اور

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146
Vol. 3 No. 5 (December) (2025)

کہتا ہے "ماتا جی پتا جی! مجھ بدنصیب سے جو کچھ قصور ہوا اسے معاف کیجئے" لیکن یہاں مذہب اور برادری کی وجہ سے اسے معاف نہیں کیا جا سکتا ہے اسے برادری میں شامل ہونے کے لیے برادری کی اجازت درکار ہو گی۔ "سادھو رائے ماں باپ کے سامنے سر جھکائے کھڑا ہے کہ وہیں چلا جائے جہاں سے وہ بے زار ہو کر آیا تھا اسی دائرے میں جہاں سب اس کیلئے بیگانے تھے کوئی اپنا نہ تھا۔" xiii

گویا آج مذہبی بنیاد پرست رویے کی وجہ سے سادھو کو سماجی محرومیوں کا سامنا ہے اور مذہب میں واپسی کے لیے سادھو کو بنیاد پرست سماج کی اجازت درکار ہو گی۔ اسی قسم کی دیگر مثالیں پریم چند کے دیگر افسانوں میں بھی ملتی ہیں۔

معاشرتی طبقاتی تقسیم اور سیاسی حالات کی منظر کشی :

برصغیر میں ناول نگاری میں معاشرتی حالات اور سیاسی رجحان کی روایت کا آغاز نذیر احمد دہلوی نے کیا۔ پھر بعد کے ناول نگاروں نے اس روایت کو اپنایا۔ پریم چند نے اس روایت کو افسانوی ادب میں نہ صرف مستحکم کیا بلکہ بیسویں صدی کے اوائل کے معاشرتی و سیاسی حالات اور سامراجی زندگی کو صراحت سے بیان کیا اور سماج میں طبقاتی تقسیم اور سماج دشمن عناصر کی نشاندہی کی ہے اسی وجہ سے ان کا پہلا مجموعہ "سوزِ وطن" ضبط ہوا جو پانچ کہانیوں (انمول رتن، شیخ محمود، یہی میرا وطن ہے، صلۂ ماتم، عشقِ دنیا اور حبِ وطن) پر مشتمل ہے۔ xiv

اسی طرح "میدانِ عمل" میں پریم چند نے ہندوستان کے نچلے درجے کو لوگوں کو مرکزی کردار ادا کرتے ہوئے پیش کیا ہے چونکہ وہ معاشرے میں موجود طبقاتی تقسیم کے خلاف تھے اس لیے انہوں نے معمولی کسانوں، مزدور طبقے اور اچھوتوں کی زندگی کی بے رحمی کو صاف صاف بیان کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"اچھوتوں، شودروں اور بھنگی چماروں کی رزالت اس قدر ہے کہ وہ مندر کے قریب نہیں بھٹک سکتے ہیں لہٰذا جب وہ جوتوں کی جگہ پر بیٹھ کر بھجن سنتے ہیں تو ان پر یہ انعام برستا ہے کہ "بھگوان کے مندر میں، بھگوان کے بھگتوں کے ہاتھوں، بھگوان کے بھگتوں پر جوتوں کی بارش ہونے لگتی ہے"۔ xv

گویا پریم چند اپنے افسانوی ادب کے ذریعے طبقاتی تقسیم کے خاتمے اور ہندوستانی معاشرے میں مذہب کے ایوانوں پر براجمان پنڈتوں اور برہمنوں کی اجارہ داری کے خلاف توانا آواز بن کر سامنے آئے۔

غربت، افلاس اور معاشی ناہمواری کے تلخ اثرات کی عکاسی:

پریم چند نے خود ساری زندگی نہ صرف مشکلات و پریشانیوں کا سامنا کیا بلکہ غربت اور تنگ دستی کی وجہ سے کئی خواب پورے نہ کر سکے۔ اس لیے انہوں نے افسانوں اور کہانیوں میں معاشرے کی اس تلخ حقیقت کو بھی آشکار کیا ہے اور ادب میں گاؤں کے مسائل، انسانی زندگی کے دکھ درد کو موضوع بنایا۔

چنانچہ "پوس کی رات"، "بوڑھی کاکی" ، "پنچائیت" ، "عید گاہ" اور "بڑے گھر کی بیٹی" اس کی بہترین مثال ہیں۔

اسی طرح پریم چند کی آخری تخلیقات میں سے "کفن" افسانہ بھی ایک شاہکار ہے جس میں نہ صرف پریم چند کی زندگی بھر کا علم، تجربہ اور ادبی شعور واضح ہوتا ہے بلکہ اس افسانہ میں بھوک، سماجی جبر اور استحصالی نظام و غربت کی بہترین عکاسی ہے جس میں بدھیا نامی عورت ایک اہم کردار ہے جو ایک غریب گھرانے میں بیاہ کر آئی جہاں غربت و افلاس کے سوا کچھ نہ تھا اس کے باوجود اس نے محنت و مشقت کر کے زندگی کو رواں دواں کیا۔ پریم چند لکھتے ہیں:

"جب سے یہ عورت خاندان میں آئی تھی اس نے خاندان میں تہذیب کی بنیاد ڈالی اور ان دو بے غیرتوں کا دوزخ بھرتی رہتی تھی"۔ xvi

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146
Vol. 3 No. 5 (December) (2025)

اس افسانہ ”کفن“ کا آغاز نا اہل اور کام چور باپ بیٹا سے ہوتا ہے جو ایک طرف تو غربت و تنگدستی کا شکار ہیں اور فاقہ کشی کی وجہ سے بنیادی انسانی ضروریات سے بھی محروم مفلسی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں تو دوسری طرف کاہلی و نااہلی کی انتہاء یہ ہے کہ تن آسانی میں ایک دن کام اور تین دن آرام کرنے کی لت پڑ گئی ہے اور کوئی کام کے لیے بلائے تو اس قدر زیادہ مزدوری مانگتے کہ وہ واپس چلا جائے اور مزدوری نہ کرنی پڑے۔ جب بدھیا اس گھر میں بیاہ کر آئی (جو گھیسو کی بہو اور مادھو کی بیوی ہے) تو یہ اور زیادہ کام چور ہو گئے اور وہی بدھیا گھاس کاٹ کر محنت کر کے ان کے پیٹ پالتی رہی۔

پریم چند نے ان کرداروں کا یوں تعارف کروایا ہے:

"سارے گاؤں میں بدنام چماروں کا کنبہ تھا جس میں " گھیسو "نامی آدمی ایک دن کام کرتا تو تین دن آرام کرتا تھا اور "مادھو "نامی نوجوان گھنٹہ بھر کام کرتا تو گھنٹہ بھر چلم پیتا تھا، اس لیے انہیں کوئی کام پر نہیں رکھتا تھا۔ جب تک گھر میں مٹھی بھر اناج باقی ہو تو ان دونوں کے کام نہ کرنے کی قسم تھی۔ پھٹے چیتھڑوں سے جسم ڈھانپے قرضوں میں ڈوبے ہوئے اور لوگوں سے روز گالیاں کھاتے تھے مگر کوئی فرق نہ پڑتا تھا۔ مٹر یا آلو کی فصل سے چوری آلو اکھاڑ لاتے اور بھون کر کھاتے"۔xvii

مسلسل بھوک اور افلاس انسان سے بنیادی انسانی اوصاف بھی چھین لیتی ہے اور وہ تہذیب کو بھلا دیتا ہے چنانچہ اس افسانہ میں جب مادھو کی بیوی دردزہ کی وجہ سے اندر پڑی تڑپ رہی ہوتی ہے تو یہ باپ بیٹا باہر چوری کے آلو بھون کر کھا رہے ہوتے ہیں اور مادھو باپ کے کہنے کے باوجود بدھیا کی خبر لینے اندر نہیں جاتا کہ باپ میرے حصے کا آلو نہ کھا جائے۔ جب اگلی صبح دیکھتے ہیں تو بدھیا بے جان ہو چکی ہوتی ہے تو مجبوراً زمیندار کے پاس جا کر رونا دھونا کر کے کفن دفن کے لیے پانچ روپے کی معقول رقم جمع ہو جاتی ہے تو یہ باپ بیٹا کچھ یوں گفتگو کرتے ہیں۔

پریم چند لکھتے ہیں:

"مادھو اپنے باپ سے کہتا ہے" کپھن لاس کے ساتھ جل ہی تو جاتا ہے" اور گھیسو کہتا ہے" کیا رکھا ہے اگر یہی پانچ روپے پہلے ملتے تو کچھ دو ادارو کے کام آتے"۔xviii

اسی طرح کی گفتگو کرتے ہوئے مادھو اور گھیسو شراب خانے چلے جاتے ہیں۔ پوریاں، گوشت کھا کر، شراب پیتے ہیں اور بدھیا کو دعائیں دیتے ہیں کہ اس کے مرنے پر یہ عیش ملا۔ بھوک کے مارے کام چوروں نے بدھیا کے کفن کے لیے ملنے والے پیسوں سے عیش کرنے کے لیے کفن دفن کی مذہبی اخلاقی اور انسانی تعظیم کی رسومات کو پس پشت ڈال کر وقتی عیش پرستی کو ترجیح دی۔

گویا کہ پریم چند نے اس افسانے میں بھوک کی شدت کو اس طرح پیش کیا ہے کہ بھوک و مفلسی کے ہاتھوں خونی رشتے، انسانی اقدار، معاشرتی روایات و مذہبی رسومات سب تہس نہس ہو جاتے ہیں۔

تہذیب و معاشرت میں عورت کا مقام و تمدنی کردار:

پریم چند کے ناول، افسانوں اور کہانیوں میں مختلف کردار نظر آتے ہیں جن میں معاشرے کے ہر طبقہ کے لوگ شامل ہیں ان کرداروں میں بعض وہ ہیں جو اپنے کردار سے پریم چند کے کسی معاشرتی تصور کو واضح کرتے ہیں اور دوسرے بعض وہ ہیں جو ایک مثالی کردار ادا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

پریم چند کے افسانوی کرداروں کے بارے میں سہیل بخاری لکھتے ہیں:

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146
Vol. 3 No. 5 (December) (2025)

"ان کے کردار عام انسانوں کے جیتے جاگتے نمونے ہیں جن سے ہم قریب قریب روزانہ ملتے ہیں ان میں کوئی اجنبیت و مغایرت نہیں پاتے ہیں"۔xix

گویا کہ پریم چند کے موضوعات کا میدان نہایت وسیع ہے جس کی وجہ سے وہ درجنوں جیتے جاگتے کرداروں کے خالق ہیں۔ اسی طرح پریم چند کی کردار نگاری میں نسوانی کرداروں کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے جن میں اعلیٰ طبقہ کی عورتیں، متوسط طبقہ کی عورتیں اور نچلے طبقے کی عورتیں شامل ہیں۔

شمیم نکہت کے مطابق پریم چند کے افسانوی کرداروں میں ایک اعلیٰ طبقے کی عورتوں کا کردار ہے جو راجپوت شہزادیاں اور رانیاں ہیں جو جاگیر دار طبقے سے تعلق رکھتی ہیں اور اپنے خاص معیار اور معاشرتی روایتوں کے ساتھ سامنے آتی ہیں دوسری قسم متوسط طبقہ کی عورتوں کا کردار ہے جن میں ایک گروہ وہ ہے جنھوں نے مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر اپنا رہن سہن مغربی طرز کا بنا لیا ہے اور وہ سیاسی و سماجی زندگی میں زیادہ دلچسپی لیتی ہیں اور دوسرا گروہ ان عورتوں کا ہے خو خالص مشرقی ہیں وہ گھریلو زندگی کو ہی سب کچھ سمجھتی ہیں ۔شوہر کو مجازی خدا سمجھتی ہیں اور وہ ہر حال میں اس کے تابع ہیں۔ تیسری قسم نچلے طبقے کی عورتوں کا کردار ہے جو اچھوت اور دیہاتی زندگی گزارنے والی ہیں۔xx

افسانہ "کفن" میں پریم چند نے عورت کو سماج کی تہذیب و تمدن کی بانی قرار دیا ہے کہ عورت کے ہی دم سے زندگی میں زینت ہے اور انتظام ہے جو کہ اس اقتباس سے واضح ہے:

"جب سے یہ عورت آئی تھی اس نے خاندان میں تمدن کی بنیاد ڈالی تھی"۔xxi

اسی طرح "حج اکبری" کہانی میں پریم چند نے عورت کو ایک مشفقہ اور انسانی رشتوں کی قدر کرنے والی وفادار عورت کے روپ میں پیش کیا ہے جس میں منشی صابر حسین کے گھر تین سال سے کام کرنے والی بڑھیا "عباسی" نامی دایہ کو صابر حسین کے بچے سے محبت ہو جاتی ہے اور جب وہ حج کے لیے جانے والی ہوتی ہے تو ائیر پورٹ پر صابر حسین کے بچے کی بیماری کی اطلاع ملتے ہی وہ واپس آجاتی ہے اور بچے کی دیکھ بھال کرتی ہے۔ پریم چند لکھتے ہیں:

"عباسی خاتون صابر حسین سے بولی! کیوں بیٹا تو نے مجھے کعبہ شریف کیوں نہ جانے دیا۔ اب مجھے میرے حج کا ثواب کون دے گا؟" تو صابر حسین نے مسکرا کر عباسی خاتون سے کہا: "تمہیں اس سے کہیں زیادہ ثواب ہو گیا۔ اس حج کا نام حج اکبر ہے"۔xxii

پریم چند عباسی خاتون کی اس قربانی کو "حج اکبر" کا نام دیتے ہیں اور اس افسانے میں عباسی خاتون کا کردار، مشرقی تہذیب میں ایک بے سہارا خاتون کا کردار ہے جس کی خالص محبت کو بھی شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ عباسی خاتون حج کی قربانی دیکر اپنے پیار، محبت اور خلوص بھرے سلوک سے صابر حسین کے معصوم بچے نصیر کی جان بچا لیتی ہے۔

افسانوی ادب میں عورتوں کے مسائل کے اعتبار سے پریم چند نے نسوانی کرداروں کو بھی واضح کیا ہے۔ "کسم" نامی افسانے میں عورت کو خاوند کا فرمان بردار اور اسے مجازی خدا کا درجہ دیتے دکھایا ہے اگرچہ وہ اپنے خاوند کی بے اعتنائی کی وجہ سے خود کو بد نصیب عورت سمجھنے لگتی ہے۔ شوہر کی نظر محبت اور التفات کو ترستی ہے لیکن ایک روایتی وفا شعار بیوی کی طرح منت سماجت اور خدمت کرتی ہے یہاں تک کہ اپنی خودداری اور عزت نفس کی پامالی تک پہنچ جاتی ہے لیکن اسے معلوم تک نہیں کہ اسے کس جرم کی سزا دی جا رہی ہے۔ پریم چند لکھتے ہیں:

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146
Vol. 3 No. 5 (December) (2025)

"میرے آقا! مجھے ایک ہفتہ ہو گیا ہے یہاں آئے ہوئے لیکن میری آنکھیں نہیں جھپکیں ہیں۔ میری ساری رات کروٹیں بدلتے گزر جاتی ہے کہ مجھ سے کیا خطا سرزد ہوئی جو آپ مجھے یہ سزا دے رہے ہیں"۔"اچھا ایک سوال پوچھ سکتی ہوں؟ آپ مجھ سے ناراض نہ ہو جانا، کیا میری جگہ کسی اور عورت نے لے لی ہے اگر ایسا ہے تو مبارک ہو، آپ ذرا اس کی تصویر مجھے بھیج دینا میں اس کی پوجا کروں گی"۔xxiii

اس افسانہ میں پریم چند نے درحقیقت ''جہیز'' جیسی لعنت کو نشان زدہ کیا ہے جو ہندوستانی معاشرے میں رائج تھی اور اس کی وجہ سے کتنے لوگوں کا استحصال ہوتا ہے اس افسانہ میں ''کسم'' نامی عورت کو خاوند کی بے اعتنائی کا سامنا صرف اس وجہ سے کرنا پڑا کہ اس کا خاوند نہ صرف سخت مزاج تھا بلکہ وہ ایک دقیانوس سماجی اصول وضوابط اور داد و دہش کا دلدادہ تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ ''کسم'' کے والدین اس کی بیرون ملک تعلیم کے اخراجات بھی اٹھائیں۔ بے اعتنائی، تلخ رویہ اور خاوند کی اس مریضانہ ذہنیت سے تنگ آکر وہ اپنی زندگی تنہا جینے کا فیصلہ کرتی ہے۔

اس کے علاوہ پریم چند نے کئی اور مسائل اور کرداروں کو بھی واضح کیا ہے مثلاً ہندوستانی معاشرے میں رائج ''ستی'' کی رسم اور غیر مناسب تعلقات کو ''ستی'' اور ''مس پدما'' نامی افسانوں میں واضح کیا ہے۔

اگرچہ بعض نقادوں کا کہنا ہے کہ نسوانی کردار نگاری میں پریم چند قدامت پرست ہیں کیونکہ پریم چند کے نزدیک عورتوں کا معیار وہی ہے جو بھگوت گیتا، پرانوں اور ہزاروں سال پرانی کتابوں میں ہے لیکن پریم چند نے درحقیقت نسوانی کرداروں کے ذریعے ہندوستانی معاشرے کی سچی تصویر پیش کی ہے۔ اسی طرح پریم چند کے افسانوں میں عورت بیوی، بیٹی اور ماں کی صورت میں خدمت، وفا ایثار و محبت جیسی اعلیٰ اقدار کی علامت ضرور ہے لیکن وہ مرد کے جابرانہ اقدامات، ظلم وجبر اور استحصالی رویہ کے خلاف بغاوت کرتی بھی نظر آتی ہے۔xxiv

گویا پریم چند نے عورتوں کو بھی مردوں کے برابر کھڑا کیا ہے اور مختلف معاشرتی وسماجی مسائل میں نسوانی کرداروں کو بڑی مہارت سے پیش کیا ہے اور ہندوستانی معاشرتی زندگی اور تہذیب و تمدن میں عورتوں کے جذبات، طور طریقوں، عورت کی طاقت و کمزوری، عورت کے کردار کی بلندی و پستی کی تمام تر عکاسی کی ہے۔

خلاصہ بحث:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ہندوستان کے سیاسی و معاشرتی حالات میں ہندی سماج و تمدن کی سب سے بہترین عکاسی پریم چند نے کی ہے اور دیگر ادیبوں کی نسبت عام آدمی کو اہمیت دیتے ہوئے کرداروں کا انتخاب کیا ہے اور ہر طبقہ سے متعلق مسائل کا احاطہ کیا ہے خواہ وہ مذہبی اجارہ داری اور جکڑ بندی سے متعلق ہوں، سماج کی جاہلانہ سوچ اور رسومات ہوں یا استحصالی نظام اور معاشرتی طبقاتی تقسیم اور ظلم و ناانصافی کی داستان ہوں۔

پریم چند کی خوبی یہ ہے کہ انہیں اگرچہ مختلف مذاہب کی تعلیمات سے بخوبی واقفیت تھی لیکن وہ مذہبی رواداری کے تو قائل تھے لیکن مذہبی تعصب، شدت پسندی کے رجحان کے سخت خلاف تھے پریم چند نے دیگر کرداروں کی طرح عورت کے کردار کو بھی اچھی طرح واضح کیا ہے وہ اگر سماج کی تہذیبی و ثقافتی روایتوں میں جکڑی وفاداری اور ایثار کرتی نظر آتی ہے تو ظلم وجبر کے خلاف اور استحصالی نظام اور جاہلیت کی رسومات کے خلاف بغاوت اور سماجی معاشرتی سرگرمیوں میں حصہ لیتی بھی نظر آتی ہے۔ پریم چند نے اسلامی تہذیب و تمدن کے تین اہم پہلو عدل وانصاف، مساوات اور اخوت پر بھی لکھا ہے اور اپنے کئی افسانوں نے نام اسلامی تہذیب سے اخذ کیے ہیں لیکن ان میں ہندوستانی

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146
Vol. 3 No. 5 (December) (2025)

تہذیب وتمدن کی عکاسی کی ہے وطن سے محبت اوراس کی آزادی کی عملی جدوجہد کی اہمیت کو پریم چند کے افسانوی مجموعہ "سوز وطن" سے جانا جاسکتا ہے۔

بہر حال پریم چند نے ہندوستانی تہذیب کی عکاسی اور دستور ورواج کی منظر کشی میں جن سماجی برائیوں اور جاہلیت کی فرسودہ رسومات اوراستحصالی رویہ کی نشان دہی کی ہے جو معاشرے کی بنیاد کو کھوکھلا کرتی ہے اور معاشرتی درجہ بندی، وسائل کی ناہموار تقسیم، چھوت چھات کے ظالمانہ نظام کی عکاسی ہیں ان تمام برائیوں کا خاتمہ اسلام کی تعلیم اور اسلامی تہذیب وتمدن نے کیا ہے۔

پریم چند جن معاشرتی برائیوں کو سماجی تہذیب وتمدن کے لیے نقصان دہ سمجھتے ہیں اسلامی تہذیب ان تمام برائیوں کا سد باب کرتی ہے اوراعلی اخلاق اقدار، عدل وانصاف پر مبنی مساوات کا نظام، قانون کی بالادستی اوراخوت انسانی کا درس دیتی ہے جس میں کسی کو دوسرے انسان پر کوئی فوقیت نہیں ہے بحیثیت انسان سب برابر ہیں حتی کہ غیر مسلم اور دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے لیے بھی بنیادی انسانی حقوق اور مذہبی آزادی کی تعلیمات ہیں۔

پریم چند نے ہندوستانی تہذیب سے منفی رجحان اور سماجی برائیوں اوراستحصالی رویوں کا منظر خوب پیش کیا ہے لیکن اسی ہندوستان میں اسلامی تہذیب وتمدن اور اسلام کی آفاقی تعلیمات کا ذکر بطور خاص نہیں کیا ہے۔ پنڈتوں اور برہمنوں کی مذہبی اجارہ داری کا ذکر کیا ہے لیکن اسلامی تہذیب میں مذہبی رواداری اور برصغیر کی تاریخ میں مسلم دور حکومت میں مسلم حکمرانوں کی غیر مسلم رعایا کے ساتھ مذہبی رواداری کو ذکر نہیں کیا ہے عورتوں کے ساتھ ہونے والے ظلم اوراستحصالی رویہ کی نشاندہی کی ہے لیکن اسلام نے عورت کو ماں، بہن، بیٹی، بیوی حتی کہ بیوہ کو جو حقوق دیے ہیں۔ ان کا ذکر نہیں کیا ہے۔

اس کے باوجود یہ واضح ہے کہ پریم چند کا دور جس معاشرتی وسیاسی کشمکش کا دور تھا اور ہندوستانی سماج مختلف تحریکوں کی لپیٹ میں تھا اور خود پریم چند کی زندگی کن مشکلات ومصائب میں گزری، ایسے حالات میں معاشرتی تہذیب وتمدن کی افسانوی ادب میں کرداروں کی تخلیق سے جو خوبصورت منظر کشی اور حالات کی عکاسی پریم چند نے کی ہے وہ اپنے معاصرین سے سبقت لیے ہوئے ہیں۔

---

[i] Dīyā Narāʾin Nigam, Munshī, murattib, Zamānah Prem Number (New Delhi: Qaumī Council barāʾe Farogh-e Urdū Zabān, 2002), p.

[ii] Dr. Qamar Raʾīs, Prem Chand kā Tanqīdī Muṭālaʿah ba-ḥaisiyat Nāval Nigār (Delhi: Educational Publishing House, 2007), p. 29.

[iii] Ibid., p. 32.

[iv] Dīyā Narāʾin Nigam, Munshī, murattib, Zamānah Prem Number, pp. 24–25.

[v] Dr. Qamar Raʾīs, Prem Chand kā Tanqīdī Muṭālaʿah ba-ḥaisiyat Nāval Nigār, pp. 48–50.

[vi] Ibid., pp. 57–58, 61.

[vii] Dr. Qamar Raʾīs, Prem Chand kā Tanqīdī Muṭālaʿah ba-ḥaisiyat Nāval Nigār, pp. 321, 328, 331.

[viii] "Munshī Prem Chand kī Muslim Dōstī." Kashmir Uzma. Accessed 1 July 2025, 09:20 a.m. https://Kashmiruzma.news/منشی-پریم-چند-کی-مسلم-دوستی/09.20/25-07-1am.

[ix] Ibid., Accessed 1 July 2025, 09:50 a.m. https://Kashmiruzma.news/منشی-پریم-چند-کی-مسلم-دوستی/09.50/25-07-1am.

[x] Prem Chand, Kulliyāt Prem Chand, murattib: Madan Gopal (New Delhi: Qaumī Council barāʾe Farogh-e Urdū Zabān, 2000).

[xi] Nidāʾ-ē Khilāfat, haftāwar, Lahore, 13–19 January 2005, mutafarriq.

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146
Vol. 3 No. 5 (December) (2025)

[xii] Shīwarānī Devī, Prem Chand Ghar Mein (Lahore: Fazlī Sons Pvt. Ltd., 1998), p. 164.
[xiii] Prem Chand, "Khūn Safed," in Kulliyāt Prem Chand (New Delhi: Qaumī Council barāʾe Farogh-e Urdū, 2003), 5/7–9.
[xiv] Muḥammad Khurram, "Prem Chand ke Nāvalōn mein Siyasī ʿAnāṣir," Shishmāhī Majallah Khiyābān, Jāmiʿah Peshawar, 1993, p. 1.
[xv] Prem Chand, Maidān-e ʿAmal (Lahore: Merī Library, 1965), p. 264.
[xvi] Rādhā Krishan, Prem Chand ke Mukhtaṣar Afsāne (New Delhi: National Book Trust, 1985), p. 89.
[xvii] Khwājah Muḥammad Zakariyyā, Prem Chand ke Behtareen Afsāne (Lahore: Maktabah Merī Library, 1975), pp. 221–222.
[xviii] Qamar Raʾīs, Dr., Prem Chand ke Numāʾindah Afsāne (Aligarh: Educational Book House, 1986), p. 23.
[xix] Suhail Bukhārī, Urdū Nāval Nigārī (Lahore: Maktabah Jadīd, 1960), p. 99.
[xx] Dr. Shamīm Nighat, Prem Chand kī Kirdār Nigārī aur Niswānī Kirdār, murattib: Dr. Qamar Raʾīs (Aligarh: Educational Book House, 1983), pp. 464, 466.
[xxi] Rādhā Krishan, Prem Chand ke Mukhtaṣar Afsāne, p. 89.
[xxii] Āṣif Nawāz Chaudhary, Prem Chand ke Suwā Afsāne: Ḥajj Akbar (Lahore: Chaudhary Academy, 2014), p. 242.
[xxiii] B. Sakinah Rasam ʿAlī, "Prem Chand ke Afsānōn mein Nisāʾī Masāʾil," Urdū Research Journal, October–December 2018, p. 199.
[xxiv] Shamīm Nighat, Dr., Prem Chand kī Kirdār Nigārī aur Niswānī Kirdār, p. 466.